قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 30 جنوری 2021ء | 16 جمادی الثانی 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:26

ارشادِ باری تعالیٰ

نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ

(ق: 17)

ترجمہ: ہم اُس سے (اس کی) رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

فرمانِ خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھ دینا۔ اور اپنے تمام ارادوں سے کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضاء میں محو ہو جانا۔ اور خدا میں گم ہو کر ایک موت اپنے پر وارد کر لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پورا رنگ حاصل کر کے محض محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بناء پر۔ اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ دیکھتی ہوں۔ اور ایسے کان حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ سنتے ہوں۔ اور ایسا دل پیدا کرنا جو سراسر اس کی طرف جھکا ہوا ہو۔ اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اس کے بلائے بولتی ہو۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی قویٰ اپنے ذمہ کا تمام کام کر چکتے ہیں۔ …‘‘ (سلوک کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے کوشش کر کے ہر قسم کی مشکلات میں سے بھی گزرے اور خدا تعالیٰ کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔)

پھر فرمایا: ’’اور پورے طور پر انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے تب خدا تعالیٰ کی رحمت اپنے زندہ کلام اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ دوبارہ اُس کو زندگی بخشتی ہے اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے اور وہ دقیق در دقیق نور جس کو عقلیں دریافت نہیں کر سکتیں اور آنکھیں اس کی کُنہ تک نہیں پہنچتیں وہ خود انسان کے دل سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ (ق: 17)۔ یعنی ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے نزدیک ہیں۔ پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے۔ تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دُور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو اُن نئی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور اُس کی آواز سنتا ہے اور اس کی نُور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہوا پاتا ہے۔ تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے اور انسان اپنے خدا کے مشاہدہ سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے۔ …‘‘ (جو گندی زندگی ہے، گندہ چولہ ہے، اس گندگی کا، دنیاوی چیزوں کا جو لباس پہنا ہوا ہے، وہ انسان پھینک دیتا ہے۔ جب اُسے اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل ہو جائے۔) ’’…اور ایک نور کا پیراہن پہن لیتا ہے۔ …‘‘ (ایک نیا لباس پہنتا ہے جو نور ہوتا ہے) ’’…اور نہ صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے بلکہ اسی جگہ اور اِسی دنیا میں دیدار اور گفتار اور جنت کی نعمتوں کو پا لیتا ہے۔‘‘ (لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 160-161)

(خطبہ جمعہ 2؍ مئی 2014ء بحوالہ الاسلام)

اس شمارہ میں

- درد میں ڈوبی ہو سوز سے پر بھی ہو (منظوم)
- ذیلی تنظیموں کے عہدوں کے لغوی و اصطلاحی معانی
- انجینئر نگ یونیورسٹی لاہور کی خوشگوار یادیں 1962-1966
- احمدیت نے آپ کے خاندان کو کیا دیا

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزّت میں بڑھاتا ہے۔ اللہ کی خاطر جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

(مسلم کتاب البر و الصلۃ باب استحباب العفو و التواضع)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

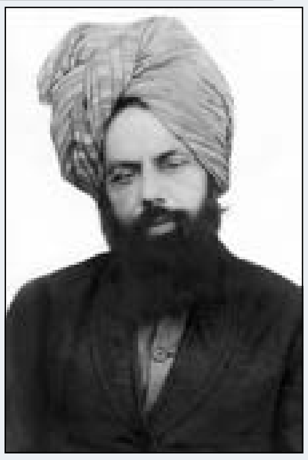

ولایت کیسے حاصل ہوتی ہے

ایک مرتبہ ایک شخص میرے پاس نور محمد نام ٹانڈہ سے آیا تھا۔ اس نے کہا کہ غلام محبوب سبحانی نے ولی ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے۔ اب ولایت کا معیار یہی رہ گیا ہے کہ غلام محبوب سبحانی یا کسی نے سرٹیفکیٹ دے دیا۔ حالانکہ ولایت ملتی نہیں جب تک انسان خدا کے لئے موت اختیار کرنے کے لئے تیار نہ ہو جاوے۔ دنیا میں بہت سے لوگ اس قسم کے ہیں جن کو کچھ بھی معلوم نہیں کہ وہ دنیا میں کیوں آئے ہیں۔ حالانکہ یہی پہلا سوال ہے جس کو اسے حل کرنا چاہیے۔ خود شناسی کے بعد خدا شناسی پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنے فرائض کو سمجھتا ہے اور مقاصد زندگی پر غور کرتا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی کی غرض خدا شناسی ہے اور اس پر ایمان لاتا اور اس کی عبادت کرتا ہے۔ تب وہ فرائض کو ادا کرتا اور نوافل کو شناخت کرتا ہے۔ وہ روحانیت جو ایمان کے بعد پیدا ہوتی ہے اب اسے تلاش کرو کہ کہاں ہے؟ نہ مولویوں میں ہے نہ راگ سننے والے صوفیوں میں۔ یہ گو سالہ صورت ہیں روحانیت سے بے خبر ہو کر ہزار سال تک بھی اگر مغز مارتے رہیں تو کچھ نہیں بنتا۔ یہ لحوم اور دماء ہیں تقویٰ نہیں۔ پھر لحوم اور دماء اللہ تعالیٰ کو کیسے پہنچ سکتا ہے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 430-431۔ ایڈیشن 1984ء)

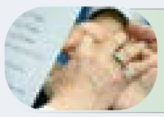

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

تو آج بھی آپؐ کی ذات پاک پر گھٹیا الزام لگائے جاتے ہیں۔ہنسی ٹھٹھے اور استہزاء کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور ایسے لوگ جو آج بھی یہ کام کر رہے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آج بھی اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت رکھتا ہے۔بعض لوگ جو اپنے میڈیا کے ذریعے سے تاریخ کو یا حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، حق کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو ان کفار مکہ کی مثالیں سامنے رکھنی چاہئیں جن میں سے چند ایک مَیں نے پیش کیں، مثالیں بے شمار ہیں۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچ اور سچ کا نور نہ کبھی پہلے ماند پڑا تھا یا چھپ سکا تھا نہ آج تم لوگوں کے ان حربوں سے یہ ماند پڑے گا یا چھپے گا۔ یہ نور انشاء اللہ تعالیٰ تمام دنیا پر غالب آنا ہے اور اس سچائی کے نور نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈالنا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ آج کل بھی بعض لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے بارے میں بعض کتابیں لکھی ہیں اور وقتاً فوقتاً آتی رہتی ہیں۔ اسلام کے بارے میں، اسلام کی تعلیم کے بارے میں یا آپؐ کی ذات کے بارے میں بعض مضامین انٹرنیٹ یا اخبارات میں بھی آتے ہیں، کتب بھی لکھی گئی ہیں۔ ایک خاتون مسلمان بن کے ان سائیڈ سٹوری (Inside Story) بتانے والی بھی آجکل کینیڈا میں ہیں۔ جب احمدی اس کو چیلنج دیتے ہیں کہ آؤ بات کرو تو بات نہیں کرتی اور دوسروں سے ویسے اپنے طور پر جو مرضی گند پھیلا رہی ہے۔تو بہر حال آج کل پھر یہ مہم ہے۔ ہر احمدی کو اس بات پہ نظر رکھنی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا تقاضا یہی ہے کہ آپؐ کی سیرت کے ہر پہلو کو دیکھا جائے اور بیان کیا جائے، اظہار کیا جائے۔ یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی خلاف بات سنی، جلوس نکالا، ایک دفعہ جلسہ کیا، ایک دفعہ غصے کا اظہار کیا اور بیٹھ گئے۔ بلکہ مستقل ایسے الزامات جو آپؐ کی پاک ذات پر لگائے جاتے ہیں ان کا ردّ کرنے کے لئے، آپؐ کی سیرت کے مختلف پہلو بیان کئے جائیں۔ ان اعتراضات کو سامنے رکھ کر آپؐ کی سیرت کے روشن پہلو دکھائے جا سکتے ہیں۔ کوئی بھی اعتراض ایسا نہیں جس کا جواب موجود نہ ہو۔جن جن ملکوں میں ایسا بیہودہ لٹریچر شائع ہوا ہے یا اخباروں میں ہے یا ویسے آتے ہیں وہاں کی جماعت کا کام ہے کہ اس کو دیکھیں اور براہ راست اگر کسی بات کے جواب دینے کی ضرورت ہے یعنی اس اعتراض کے جواب میں، تو پھر وہ جواب اگر لکھنا ہے تو پہلے مرکز کو دکھائیں۔نہیں تو جیسا کہ مَیں نے کہا سیرت کا بیان تو ہر وقت جاری رہنا چاہئے۔ یہاں بھجوائیں تاکہ یہاں بھی اس کا جائزہ لیا جا سکے اور اگر اس کے جواب دینے کی ضرورت ہو تو دیا جائے۔ جماعت کے افراد میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں جس طرح مَیں نے کہا مضامین اور تقاریر کے پروگرام بنائے جائیں۔ ہر ایک کے بھی علم میں آئے۔ نئے شامل ہونے والوں کو بھی اور نئے بچوں کو بھی۔ تاکہ خاص طور پر نوجوانوں میں، کیونکہ جب کالج کی عمر میں جاتے ہیں تو زیادہ اثر پڑتے ہیں۔ تو جب یہ باتیں سنیں تو نوجوان بھی جواب دے سکیں۔ پھر یہ ہے کہ ہر احمدی اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرے۔ تاکہ دنیا کو یہ بتا سکیں کہ یہ پاک تبدیلیاں آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کی وجہ سے ہیں جو چودہ صدیوں سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اسی طرح تازہ ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپؐ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپؐ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔جس قوم میں آپؐ ظاہر ہوئے آپؐ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے۔ اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے ان سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی حصے میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہے کہ آپؐ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جب کہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا اور طبعاً ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا اور پھر آپ نے ایسے وقت میں دنیا سے انتقال فرمایا جب کہ لاکھوں انسان شرک اور بت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہ راست اختیار کر چکے تھے اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپؐ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت (یعنی وحشی طبیعت رکھنے والے اور جانوروں والی خصلتیں رکھنے والوں) کو انسانی عادات سکھلائے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت ان میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا‘‘۔

(لیکچر سیالکوٹ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 206-207)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر اور آپ کے نقش قدم پر اور آپؐ کی سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 11/ فروری 2005ء)

درد میں ڈوبی ہو سوز سے پر بھی ہو

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی الجزائر اور پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعائیہ تحریک کے حوالے سے چند اشعار

درد میں ڈوبی ہو سوز سے پر بھی ہو
دوستو اس دعا کی ضرورت ہے پھر

اشکوں سے سجدہ گاہیں رہیں تر بتر
نالہ و التجا کی ضرورت ہے پھر

عرش کے پائے جو کہ ہلائے سنو
ایسی آہ و بکا کی ضرورت ہے پھر

نوع انسانیت کی بقا کے لئے
اب خدا میں فنا کی ضرورت ہے پھر

رات کے آخری حصہ میں جاگ کر
اس خدا سے لقا کی ضرورت ہے پھر

عہد جورو جفا نفرتوں کے خلاف
الفتوں کی ضیا کی ضرورت ہے پھر

گر نصیبوں میں ان کے ہدایت نہیں
آسمانی قضا کی ضرورت ہے پھر

اے مھیمن خدا مالکا کبریا
تیرے فضل و عطا کی ضرورت ہے پھر

ابو بلال

اداریہ

ذیلی تنظیموں کے عہدوں کے لغوی و اصطلاحی معانی

حضرت مصلح موعودؓ نے درج ذیل تنظیموں کی بنیاد رکھی۔

1۔ لجنہ اماء اللہ

2۔ مجلس انصار اللہ

3۔ مجلس خدام الاحمدیہ

4۔ مجلس اطفال الاحمدیہ

5۔ ناصرات الاحمدیہ

پہلی چار تنظیموں میں سے مجلس اطفال الاحمدیہ کی بنیاد رکھتے وقت حضورؓ نے فرمایا کہ آج میں جماعت احمدیہ کی عمارت کی چاروں دیواریں تعمیر کرکے عمارت کو مکمل کر رہا ہوں۔ گویا کہ ان الفاظ میں بھی ان تنظیموں کے اراکین کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ہر فرد اپنے سے متعلقہ دیوار کو مضبوط سے مضبوط تر کرتا چلا جائے تا جو عمارت اس کے اوپر تعمیر ہوا یا آئندہ ہو گی وہ بھی مضبوط ہو کیونکہ عمارت کی مضبوطی اور دیرپا ہونے کا انحصار بنیادوں پر ہوتا ہے۔

ذیلی تنظیموں میں ضلعی و علاقائی سطح پر جو عہدے ہیں ان کی تفصیل مع ان کے لغوی معانی یہ ہیں۔

- قائد: رہنما، لیڈر، سربراہ
- ناظم/ناظمہ: انتظام و انصرام کرنے والا، مدار المہام، اہتمام کرنے والا، پرونے والا، آرگنائزر، ناظم
- زعیم: ضامن، جواب دہ، ذمہ داری لینے والا، یہ لفظ قرآن کریم میں بھی آتا ہے قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ (یوسف:73) "انہوں نے کہا ہم بادشاہ کا ماپ تول کا پیمانہ گم کیا ہوا پاتے ہیں اور جو بھی اسے لائے گا اسے ایک اُونٹ کا بوجھ (انعام میں) دیا جائے گا اور میں اس بات کا ذمہ دار ہوں۔" اس کے علاوہ سورۃ القلم میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ فرمایا سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ (القلم:41) "تُو ان سے پوچھ (کہ) ان میں سے کون ہے جو اس بات پر ضامن ہے؟"
- صدر: میر مجلس، پریذیڈنٹ، سینہ، چھاتی، اعلیٰ مرتبہ۔
- سائق: پیچھے سے ہانکنے والا، بکریوں کو ہانکنے والا، چرواہا۔
- نگران: دیکھنے والا، نگہبان، محافظ، پاسبان، منتظم
- مہتمم: اہتمام کرنے والا، منتظم، منصرم، سربراہ
- مربی: سرپرست، پشت پناہ ٹھہرانا، پرورش اور تربیت کرنے والا۔
- محاسب: پڑتال کرنے والا، حساب رکھنے والا۔
- آڈیٹر: حساب کی جانچ پڑتال کرنے والا، حساب رکھنے والا۔
- سیکرٹری: معتمد، دبیر، ناظر
- معتمد: سیکرٹری اعتماد کیا گیا، قابل اعتبار اور معتمِد (م کے نیچے زیر کی صورت میں) اعتماد کرنے والا، بھروسہ کرنے والا۔

ذیلی تنظیموں کے تمام عہدوں کے گو لغوی معانی مختلف ہیں اور ان کا status بھی الگ الگ ہے۔ کام میں بھی فرق ہو سکتا ہے مختلف اطراف سے ہر احمدی عہدیدار کو تعلیم و تربیت کے لحاظ سے تعلق ہوتا ہے۔ میں نے لاہور میں مربی ضلع کے فرائض سرانجام دیے ہیں۔ ایک دفعہ میرے پاس اسلامی جمعیت تنظیم کے کچھ لوگ تشریف لائے۔ انہوں نے باتوں باتوں میں اس امر کا کھلے دل سے اعتراف کیا کہ آپ کی جماعت کا نونہال جب باہر جانے کے قابل ہوتا ہے تو دروازہ کی دہلیز سے آپ کی تنظیم اس نونہال کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری لے لیتی ہے۔

اور یہی کیفیت ایک تنظیم سے دوسری تنظیم میں ایک احمدی مرد یا خاتون کے جانے سے ہے۔ ان کی فہرست پہلے ہی اگلی متعلقہ تنظیم تک جا چکی ہوتی ہے۔ اگر ممکن ہو تو ایک سادہ سی دعوت کے ذریعہ الوداع اور استقبال کیا جاتا ہے۔ پھر یہی کیفیت تنظیم کے اندر مختلف عہدیداروں کے ساتھ آپس میں موافقت اور مطابقت رہتی ہے۔

اگر ان تمام معانی کا احاطہ کیا جائے تو ہر عہدہ کا کام اور ذمہ داری تربیت اور اصلاح ہے۔ گو معانی مختلف ہوں مگر کام اور ذمہ داری ایک ہے۔ جس کا احاطہ "نظم و ضبط" کے الفاظ میں کیا جا سکتا ہے۔ ناظم/ناظمہ، منتظم/منتظمہ، زعیم کے معانی میں پرونا اور لڑی بنانا ہے۔

کیونکہ عمومی طور پر ناظم کے یہ معنی لئے جاتے ہیں کہ نظم و ضبط کرنے والا، انتظام کرنے والا۔ یہ معنی ثانوی معنی ہیں۔ لغات کو اگر consult کریں تو ناظم کے تحت سب سے پہلے معانی پرونے والا کے لکھے ہیں۔ (فرہنگ آصفیہ۔ فیروز اللغات)

ان معانی کو مدنظر رکھ کر ہر عہدیدار کی پہلی اور آخری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے ماتحت ہر احمدی سے رابطہ رکھے۔

حضرت مصلح موعودؓ بانی تناظیم نے اس حوالہ سے تسبیح کی مثال دی ہے کہ چند چھوٹے چھوٹے دانوں یا موتیوں (Beads) کے بعد ایک بڑا دانہ یا موتی آتا ہے۔ وہ موتی عہدیداران ہیں جنہوں نے باقی چھوٹے چھوٹے موتیوں/دانوں (Beads) کو جکڑ رکھا ہوتا ہے۔ وہ بڑے موتی چھوٹے Beads کو اِدھر اُدھر نہیں ہونے دیتے اور پھر ایک بڑا موتی جس میں سے رسی باہر نکل کر اس کو گانٹھ دی جاتی ہے وہ امام وقت ہیں۔ یہ ہے جماعت کی تصویر۔

ہم میں سے کسی بچی یا خاتون کا ہار بکھر جائے تو وہ افسردہ ہو جاتی ہے اور اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھتی جب تک ان موتیوں کو دوبارہ اکٹھا کر کے لڑی میں پرو نہ دے۔

اس میں ہم سب عہدیداران کے لئے ایک بنیادی سبق یہ ہے کہ ہمارا ہر احمدی سے رابطہ ہو۔ ان تمام کو ایک لڑی میں پرو کر رکھا جائے۔ یہ رابطے ان دنوں بالخصوص مضبوط کرنے ہوں گے جبکہ کرونا کی وجہ سے رابطے کمزور ہو گئے تھے یا ٹوٹ گئے تھے۔

اس غرض کے لئے سائقین کے نظام کو مضبوط بنائیں۔ Grass root level تک ہر احمدی کو لڑی میں پرو دیں۔

یہ رابطہ نمازوں کے ذریعہ بھی مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ Covid19 کی وجہ سے ابھی مساجد بعض جگہوں پر نہیں کھلیں لیکن جہاں جہاں کھل گئی ہیں وہاں باجماعت نمازوں میں احباب کو آنے کی درخواست کریں۔ بصورت دیگر گھروں میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ نمازیں باجماعت ادا کریں جس کی اجازت اور ترغیب ہمارے پیارے امام احباب جماعت کو دلا چکے ہیں تا گھر والوں کو نمازوں کی طرف توجہ بھی ہو اور ان کو باجماعت نماز کا ثواب بھی ملے۔

- سائق کے معانی اور اس کی ذمہ داریاں

سائق کے لغوی معانی تو پیچھے سے ہانکنے کے ہیں۔ قائد یعنی سپہ سالار فوج کی قیادت کرے اور سائق تمام گروپس کے پیچھے رہ کر اُن کو آگے کی طرف push کرے۔ عرب میں یہ طریق کار تھا کہ فوج کا قافلہ جب چلتا تھا تو ایک یا دو اشخاص پیچھے متعین ہوتے تھے۔ جو گری پڑی اشیاء کا خیال رکھتے۔

سائق کا نظام دراصل آنحضور ﷺ کے دور میں متعارف تھا جسے "عریف" کہتے تھے۔ جو 10 افراد پر نقیب ہوتا تھا۔ جس کی یہ ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ ان 10 افراد کا خیال رکھے۔ ان کی ضروریات سے واقفیت حاصل کر کے اعلیٰ افسران کو بتائے۔

آنحضور ﷺ نے جب مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو ماسوائے بنو ثقیف اور بنو ہوازن کے تمام قبائل نے اطاعت کا جوا اپنی گردنوں پر پہن لیا۔ ان دو قبائل نے مخالفت کی اور لڑائی و جنگ و جدل کی راہ اپنائی۔ اپنے گھر کی تمام اشیاء اور بیوی بچوں کے ساتھ جنگ کے لئے حاضر ہو گئے تا شکست کی صورت میں بچوں اور عورتوں کی موجودگی میں وہ واپسی کی راہ نہ لیں۔ مسلمانوں کے ساتھ مڈھ بھیڑ کے بعد جس شکست اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تو بہت سے قیدی اور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

مشرکین نے صلح کے لئے ہاتھ بڑھایا اور اپنے تمام قیدی اور اموال غنیمت واپس طلب کئے۔ آنحضور ﷺ نے قیدی واپس کرنے پر رضامندی ظاہر فرمائی اور اموال غنیمت دینے سے انکار فرمایا۔ آپؐ نے جنگ میں شامل ہونے والے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے اپنا قیدی آزاد کر دیا ہے۔ آپ میں سے اگر کسی کو انقباض نہ ہو تو وہ بھی اپنے اپنے قیدی آزاد کر دے۔ اکثر صحابہؓ نے آنحضور ﷺ کی تقلید میں اپنے حصہ میں آنے والے قیدی رہا کرنے پر آمادگی ظاہر فرمائی۔

تب آنحضور ﷺ نے صحابہ کو اپنے اپنے خیموں میں واپس جانے کی ہدایت فرمائی اور عُرَفَاء (عریف کی جمع) سے فرمایا کہ اپنے اپنے ذمہ صحابہ کے پاس جائیں (جو 10،10 کی تعداد میں تھے) اور

ان سے پوچھیں کہ کیا وہ خوشدلی سے اپنے قیدی واپس کر رہے ہیں یا بامر مجبوری۔

بانی تنظیم حضرت مصلح موعودؓ نے 21 جون 1942ء کو خدام الاحمدیہ مقامی کی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے ہر 9 یا 10 پر ”گروپ لیڈر“ مقرر کرنے کی اصطلاح استعمال فرمائی۔ (جو بعد میں سائق کی اصطلاح میں بدل گئی) جس میں حضورؓ نے فرمایا کہ زیادہ تعداد میں خدام کی صورت میں ہر خادم کو اطلاع کرنا مشکل ہوگا۔ لہٰذا ہر 10 خدام پر ایک گروپ لیڈر یعنی سائق ہو جو فوراً اطلاع یا پیغام بآسانی پہنچا سکے گا۔ حضورؓ نے اس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”اس کا نہ صرف یہ فائدہ ہوگا کہ تنظیم ترقی کرے گی بلکہ گروپ لیڈر کو ہر شخص کے کریکٹر کے پڑھنے کا موقع ملتا رہے گا۔ اور جب گروپ لیڈر کو کوئی کام بتایا جائے گا تو وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ کون آدمی کس کام کا اہل ہے اور جو آدمی جس کام سے مناسبت رکھے گا اُس کے سپرد وہ کام کر دے گا اور جب ان میں سے کسی کی کوئی کمزوری ظاہر ہوگی تو وہ نگرانی کر کے اُس کی کمزوری کو دور کر سکے گا۔ مثلاً اگر کسی شخص کے متعلق یہ ثابت ہو کہ وہ راز کی حفاظت نہیں کر سکتا تو آئندہ وہ اِس کی ایسی نگرانی کرے گا کہ اُسے بھی راز کو محفوظ رکھنے کی عادت پیدا ہوجائے گی“

(خدام الاحمدیہ مقامی کی ریلی سے خطاب، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 409-410)

- گروپ لیڈر کی اطاعت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا:

”ہر گروپ لیڈر جہاں کہتا ہے کھڑے ہوجاؤ، وہاں تمہارا فرض ہے کہ کھڑے ہوجاؤ۔ جب تمہیں دوڑنے کے لئے کہے تو دوڑ پڑو۔ اور جب دوڑتے دوڑتے ٹھہرنے کا حکم دے تو تم اُسی وقت ٹھہر جاؤ چلتے ہوئے دائیں یا بائیں مُڑنے کو کہے تو دائیں یا بائیں مُڑجاؤ۔“

(خدام الاحمدیہ مقامی کی ریلی سے خطاب، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 413-414)

- گروپ لیڈر کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”ایک محلہ کے زعیم صاحب نے بتایا کہ گروپ لیڈر اُن کو بنایا گیا ہے جو نماز کے زیادہ پابند ہیں۔ یہ بات میرے لئے اس لحاظ سے خوشی کا باعث ہے کہ ہماری آئندہ نسل نماز کی زیادہ پابند ہے۔“

(خدام الاحمدیہ مقامی کی ریلی سے خطاب، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 415)

- سائق کے انتخاب کے حوالہ سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”قاعدہ کلّیہ میں ہے کہ جس میں تقویٰ زیادہ ہو اُسے مقدم رکھا جائے۔ تقویٰ سے فیصلہ نہ ہو سکے تو پھر علم کو مقدم رکھا جائے گا اور جسے علم زیادہ ہوگا اُسے عہدہ دیا جائے گا مگر علم سے مراد کتابی علم نہیں بلکہ کام کرنے کی اہلیت اور اس کے لئے جس علم کی ضرورت ہو اس کی موجودگی مراد ہے۔ اگر اس طرح بھی فیصلہ نہ ہو سکے تو جس کی عمر زیادہ ہو اسے عہدہ دیا جانا چاہیے۔ چنانچہ نماز میں شریعت نے یہی حکم دیا ہے کہ جو شخص زیادہ متقی ہو یا زیادہ علم والا ہو یا زیادہ عمر والا اسے امام بنانا چاہئے۔ یہی لیڈروں کے انتخاب کے متعلق اسلام کے اصول ہیں گو استثنائی حالات میں ان کے خلاف بھی کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ایسا ہے جو ظاہری طور پر کسی فن میں ماہر ہے یا لوگوں میں بڑا مقبول ہے تو خواہ وہ چھوٹی عمر والا ہی ہو اگر اُس کو مقرر کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہوسکتی مگر قاعدہ کلّیہ یہی ہونا چاہئے کہ گروپ لیڈروں کے انتخابات میں اسلام کے بیان کردہ اصول کو مدّ نظر رکھا جائے۔“

(خدام الاحمدیہ مقامی کی ریلی سے خطاب، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 416-417)

الغرض سائق کی یہ سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حزب کے تمام افراد سے ذاتی رابطہ رکھے۔ یہ بہت اہم عہدہ ہے اور تعلیم و تربیت اور اصلاح احوال کے لئے اس کردار کا ہونا ضروری ہے۔ اور تمام عہدیداران کو بھی اپنے سے متعلقہ احباب کو جماعت کی لڑی میں پرو کر رکھنے کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آج کی دعا

اَللّٰہُ مَوْلَانَا، وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ

(صحیح بخاری کتاب الجہادِ وَالسِّیَر حدیث: 3039)

ترجمہ: اللہ ہمارا مولیٰ اور ہمارا آقا ہے اور تمہارا ایسا کوئی مولیٰ اور آقا نہیں جو اس کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرسکے۔

یہ پیارے رسولِ اکرم حضرت محمد ﷺ کی احد کے موقع پر کی جانے والی دعا ہے۔

جنگِ احد کے بعد جب کفار اپنے بتوں کے نام لے کر نعرے لگانے لگے تب آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔ تفصیلی روایت درج ذیل ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے موقع پر (تیراندازوں کے) پچاس آدمیوں کا افسر عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تاکید کر دی تھی کہ اگر تم یہ بھی دیکھ لو کہ پرندے ہمیں نوچ رہے ہیں۔ پھر بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا جب تک میں تم لوگوں کو کہلا نہ بھیجوں۔ اسی طرح اگر تم یہ دیکھو کہ کفار کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں پامال کر دیا ہے پھر بھی یہاں سے نہ ٹلنا جب میں تمہیں خود بلا نہ بھیجوں۔ پھر اسلامی لشکر نے کفار کو شکست دے دی۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا 'کہ غنیمت لوٹو' تمہارے ساتھی غالب آگئے ہیں۔ اب ڈر کس بات کا ہے۔ اس پر عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ کیا جو ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی تم اسے بھول گئے؟ لیکن وہ لوگ اسی پر اڑے رہے کہ دوسرے اصحاب کے ساتھ غنیمت جمع کرنے میں شریک رہیں گے۔ جب یہ لوگ (اکثریت) اپنی جگہ چھوڑ چلے آئے تو ان کے منہ کافروں نے پھیر دیئے اور (مسلمانوں کو) شکست زدہ پاکر بھاگتے ہوئے آئے یہی وہ گھڑی تھی (جس کا ذکر سورۃ آل عمران میں ہے کہ) ”جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم کو پیچھے کھڑے ہوئے بلا رہے تھے“۔ اس سے یہی مراد ہے۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ صحابہ کے سوا اور کوئی بھی باقی نہ رہ گیا تھا۔ آخر ہمارے ستر آدمی شہید ہو گئے (جب جنگ ختم ہوگئی تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر) ابوسفیان نے کہا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے ساتھ موجود ہیں؟ تین مرتبہ انہوں نے یہی پوچھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے سے منع فرما دیا تھا۔ پھر انہوں نے پوچھا' کیا ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ سوال بھی تین مرتبہ کیا' پھر پوچھا ابن خطاب (عمر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ بھی تین مرتبہ پوچھا' پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر کہنے لگے کہ یہ تینوں قتل ہو چکے ہیں اس پر عمر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا اور آپ بول پڑے کہ اے خدا کے دشمن! خدا گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے جن کے تو نے ابھی نام لئے تھے وہ سب زندہ ہیں اور ابھی تیرا برا دن آنے والا ہے۔ ابوسفیان نے کہا اچھا! آج کا دن بدر کا بدلہ ہے۔ اور لڑائی بھی ایک ڈول کی طرح ہے (کبھی ادھر کبھی ادھر)۔ اس کے بعد وہ فخر یہ رجز پڑھنے لگا' اُعْلُ ھُبَلْ، اُعْلُ ھُبَلْ (بت ہبل کی جے اور اس کی بلندی)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا ہم اس کے جواب میں کیا کہیں یا رسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو: اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔ یعنی اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور بزرگی والا ہے۔ ابوسفیان نے جواباً کہا ہمارا مددگار عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے لئے کوئی عزیٰ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! اس کا جواب کیا دیا جائے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو کہ: اَللّٰہُ مَوْلَانَا، وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ

از: مریم رحمٰن

(انجینئر محمود مجیب اصغر)

انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کی خوشگوار یادیں 1962ء تا 1966ء

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد مملکت خداداد میں پروفیشنل کالجز اور یونیورسٹیاں بھی قائم ہوگئیں اور مڈل کلاس اور لوئر مڈل کلاس خاندان کے بچوں کو بھی nominal tuition fee کے ساتھ پڑھنے کے مواقع میسر آگئے ورنہ پہلے رؤساء کے بچے یورپ اور امریکہ جاکر پڑھتے تھے اور متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کو پروفیشنل انسٹی ٹیوشنز میں بہت کم داخلے ملتے تھے۔

ویسٹ پاکستان یونیورسٹی انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور 1960ء میں معرض وجود میں آئی۔ اس سے قبل جب یہ کالج تھا تو پنجاب یونیورسٹی میں شامل تھا اور ڈگری کورس تین سال کا تھا۔ یونیورسٹی بننے کے بعد انجینئرنگ کا ڈگری کورس 4 سال کا ہوگیا اور دنیا کی 60 سے زیادہ یونیورسٹیوں نے اسے recognize کرلیا۔

ہمارا داخلہ 1962ء میں ہوا۔ داخلے کے لئے میرٹ لسٹ 100 نمبر کے aptitude test کے نمبر ملا کر بنائی گئی۔ اس وقت highest merit سول انجینئرنگ کا ہوتا تھا۔ اس کے بعد الیکٹریکل، مکینیکل، مائننگ اور پھر نئی برانچ کیمیکل انجینئرنگ کا میرٹ تھا۔

احمدی طلباء

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس وقت کے پرنسپل حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی سرپرستی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پس پردہ دعاؤں کے نتیجہ میں ہم ٹی آئی کالج کے سات طلباء (مکرم محمود سلطان باجوہ صاحب، مکرم ملک لال خان صاحب، خاکسار محمود مجیب اصغر، مکرم عبد السلام ارشد صاحب، مکرم بشیر احمد خان طارق صاحب، مکرم کریم احمد طاہر صاحب اور مکرم افضل مبشر صاحب) کو انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں داخلہ مل گیا۔ اس لئے ہمیں کسی قسم کی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی۔

لاہور سے ملک طاہر احمد، حیدرآباد سے ظفر احمد تالپور، میانوالی سے شاہد احمد نیازی، راولپنڈی سے صفی اللہ بھی ہمارے ساتھ ہی داخل ہوئے۔

اسی سال آرکیٹکچر کا 5 سالہ ڈگری کورس بھی شروع ہوا اور محمود حسین صاحب بھی ہمارے کلاس فیلو بن گئے۔ اسی طرح مکرم ایوب ظہیر صاحب بھی ہمارے کلاس فیلو تھے۔ ڈے سکالر ہونے کی وجہ سے ان سے تعارف بعد میں ہوا۔

لاہور کے ایک درویش صفت احمدی بزرگ جو ریلوے میں فورمین تھے (مکرم خواجہ محمد اکرم صاحب) نے ہمارے داخلے کی خوشی میں ہم احمدی طلباء کو اپنے گھر محمد نگر ٹی پارٹی پر بلایا جس میں ہم ٹی آئی کالج سے آئے ہوئے تقریباً سب کلاس فیلو اور دوسری جگہوں سے آئے ہوئے چند کلاس فیلوز نے شرکت کی۔ اس سادہ تقریب میں مکرم خواجہ صاحب نے ہماری کامیابی اور روشن مستقبل کے لئے دعا بھی کروائی۔ بعد میں بھی کئی جگہوں پر ان سے رابطہ رہا۔ ان کا یہ احسان ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

عمر ہال (ہوسٹل) میں ربوہ ہاؤس

ہم میں سے جن طلباء کو عمر ہال میں رہائش کی سہولت ملی ان میں سے چار کو اکٹھے 32 عمر ہال میں جگہ مل گئی۔ اس وقت کے رواج کے مطابق اس کمرے کے باہر ربوہ ہاؤس چاک سے لکھ دیا گیا اور اس کمرے میں باقاعدہ باجماعت نمازیں پڑھی جانے لگیں۔ اس میں ہمارے کلاس فیلو مکرم ملک لال خان صاحب کا بہت role تھا جو پیچھے سے آکر ہم سب سے روحانیت میں آگے نکل گئے۔

موصوف میٹرک میں پنجاب بورڈ میں تیسری پوزیشن لے کر ایف ایس سی میں غیر احمدی طالب علم کے طور پر ٹی آئی کالج ربوہ میں داخل ہوئے تھے اور ایف ایس سی کر کے جب کالج سے فارغ ہوئے تو مخلص احمدی بن چکے تھے۔ ان کی بیعت 1962ء کی ہے۔

ان کی ذات کو تو جو فائدہ پہنچا وہ تو ظاہر ہے لیکن ہمیں پرانے پیدائشی احمدیوں کو ان کی ذات سے یہ فائدہ پہنچا کہ ہم ہوٹل میں باقاعدہ باجماعت نمازیں پڑھنے لگے۔ موصوف میں احمدیت کا جوش و جذبہ غیر معمولی تھا اس لئے انہوں نے ہمیں خوب قابو کر کے رکھا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

جماعت احمدیہ لاہور اور ذیلی تنظیموں سے وابستگی

جمعہ ہم دارالذکر گڑھی شاہو میں پڑھتے تھے اور جلد ہی ہم جماعت کے main نظام اور اسی طرح خدام الاحمدیہ کی تنظیم اور احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن میں بھی متحرک ہو گئے۔

اس وقت امیر ضلع لاہور مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب تھے۔ ان کے خطبات جمعہ بڑے ولولہ انگیز اور دلوں پر اثر کرنے والے ہوتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ اس وقت قائد خدام الاحمدیہ مکرم سید حضرت اللہ پاشا صاحب تھے۔ ان دنوں انہیں ٹانگ میں فریکچر ہوگیا تھا۔ خدام باری باری میو ہسپتال میں ان کی ڈیوٹی دیتے تھے۔ مجھے بھی دو راتیں ان کی خدمت کا موقع ملا۔

ایک ڈیڑھ سال کے بعد مکرم شیخ ریاض محمود صاحب قائد بن گئے اور ان کا اکثر ہمارے ہوسٹل میں آنا جانا ہوگیا۔

تعلیمی سرگرمیاں تو اپنی جگہ تھیں لیکن جماعتی سرگرمیوں میں بھی ہم پوری طرح شامل ہوتے تھے۔

عالمی عدالت انصاف کی تعطیلات میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ عموماً جب لاہور میں ہوتے تو ان کے خطابات کا انتظام وائی ایم سی اے ہال یا بی این آر آڈیٹوریم میں رکھا جاتا تھا۔ سال میں ایک دو دفعہ ان کے پبلک لیکچرز اور خطبات جمعہ سے ہم بھی مستفیض ہوتے رہے۔

ایک بار دارالذکر میں جمعہ کی نماز کے بعد مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے بھی احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن سے خطاب فرمایا تھا۔

ایک مرتبہ عمر ہال میں مکرم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب اور مکرم عطاء المجیب راشد صاحب بھی تشریف لائے تھے۔

آخری دو سال ہم علی مردان، خالد اور طارق ہال میں شفٹ ہوگئے تھے اور کیوبیکلز میں رہتے تھے۔

پنجاب یونیورسٹی سے بھی بعض ٹی آئی کالج کے سابق طلباء جیسے مکرم چوہدری رشید احمد جاوید صاحب اور مکرم ملک مسعود اختر صاحب وغیرہ آتے رہتے تھے۔

ہمارے ساتھ بعض عرب طلباء بھی پڑھتے تھے۔ ان میں سے میرے ایک دوست مکرم صلاح الدین ابراہیم مصطفیٰ او دو صاحب تھے جو کہ اردن کے رہنے والے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ آپ کی جماعت اس وقت ترقی کرے گی جب عرب آپ کے ساتھ مل جائیں گے۔ جب ایم ٹی اے العربیہ شروع ہوا تو بظاہر ان کی یہ خواہش بھی پوری ہوگئی۔ الحمد للہ جماعت کی ترقی عرب ممالک میں کثرت کے ساتھ ہو رہی ہے۔

عربک ڈیسک کے ذریعے ان کا میں نے پتہ کروایا تو وہ تو فوت ہوچکے ہیں لیکن ان کے بچوں سے رابطہ ہوگیا ہے۔ مکرم تمیم ابو دقہ صاحب میری درخواست پر انہیں مل چکے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کا وصال اور خلافت ثالثہ کا آغاز

مجھے یاد ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی آخری بیماری میں مرکز کی تحریک پر ہم عموماً سوموار اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھتے تھے۔ شام کو دو حاضریاں لگا کر mess سے ایک کھانا کمرے میں رکھ لیتے تھے اور سحری کے وقت ہیٹر پر گرم کر کے سحری کھا لیتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی وفات 7 اور 8 نومبر 1965ء کی درمیانی شب کو ہوئی تھی۔ ہم میں سے اکثر طلباء 8 نومبر 1965ء سوموار کے روز ربوہ پہنچ گئے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خلافت کی بیعت عام میں شامل ہوئے تھے اور اگلے روز حضرت مصلح موعودؓ کے جنازے میں بھی شامل ہوئے تھے۔

اپنی خلافت کے آغاز پر ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ لاہور تشریف لائے اور ہم نے آپ سے پام ویو میں انفرادی ملاقات کر کے برکت حاصل کی۔

1966ء میں ہماری (انجینئرنگ یونیورسٹی کے احمدی طلباء کی) الوداعی تقریب ہوئی جس میں مکرم میر مشتاق احمد صاحب ڈائریکٹر اریگیشن ریسرچ چیف گیسٹ کے طور پر شامل ہوئے اور جماعت کی نمائندگی میں مکرم شیخ ریاض محمود صاحب قائد ضلع لاہور شامل ہوئے۔ ایک گروپ فوٹو بھی ہوا تھا جو میرے پاس محفوظ ہے۔ انجینئرنگ یونیورسٹی میں قیام کے دوران ہی اس عاجز کو نظام وصیت میں شامل ہونے کی توفیق ملی تھی۔ یہ ایک طرح کی روحانی انشورنس تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے زندگی بھر بڑے بڑے حادثات سے بچایا۔

سول انجینئرنگ کی ڈگری کے لئے ایک ماہ کا سروے کیمپ attend کرنا لازمی ہوتا ہے جو عموماً سوات میں ہوتا تھا۔

سروے کیمپ کے دوران بحرین میں جہاں دریائے سوات کی دو شاخیں ملتی ہیں اور عموماً ہر سال تفریحی ٹرپ کے دوران بعض طالب علم ڈوب جاتے ہیں یہ عاجز ڈوبتے ڈوبتے معجزانہ طور پر بچ گیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ نظام وصیت میں شمولیت کی برکت تھی۔

مکرم ملک طاہر احمد صاحب

ہمارے کلاس فیلوز میں سے مکرم ملک طاہر احمد صاحب کا تعلیمی معیار سب سے نمایاں تھا۔ وہ چاروں سال خدا کے فضل سے اول

آتے رہے۔ کنووکیشن پر گورنر جنرل موسیٰ خان سے ان کو 6میڈل ملے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 30 ستمبر 1966ء کو ان کے اول آنے کے انعام کے طور پر دارالذکر گڑھی شاہو لاہور میں ان کا نکاح پڑھا تھا۔ یہ عاجز بھی اس جمعہ پر حاضر تھا۔

عملی زندگی

ہمارے کئی کلاس فیلوز کو اپنے پروفیشن کے علاوہ مقدور بھر خدمت دین کی توفیق ملتی رہی ہے۔

مکرم ملک لال خان صاحب پاکستان میں ہری پور ہزارہ کے امیر ضلع رہ چکے ہیں۔ اب کینیڈا کے نیشنل امیر کے طور پر غیرمعمولی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

مکرم ملک طاہر احمد صاحب لاہور کے امیر ضلع ہیں۔

یہ عاجز اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو اضلاع یعنی مظفر گڑھ اور اٹک (کیمبل پور) کا یکے بعد دیگرے امیر رہ چکا ہے اور خلافت خامسہ کے انتخاب میں بھی شامل ہونے کی سعادت پا چکا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔

مکرم کریم احمد طاہر صاحب لیبیا میں نیشنل صدر، مکرم عبدالسلام ارشد صاحب لاہور میں مکرم طاہر ملک صاحب کے ساتھ جنرل سیکرٹری اور مکرم بشیر احمد طارق صاحب کراچی میں قائد ضلع اور کئی ممتاز جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق پاتے رہے ہیں۔ مکرم میجر بشیر طارق صاحب کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہجرت کے وقت مکرم زرتشت منیر صاحب قائد ضلع کراچی کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بطور خاص خدمت کی توفیق ملی۔ حضورؒ انہی کی کار میں ائرپورٹ پر جہاز تک تشریف لے گئے تھے۔

ہمارے باقی کلاس فیلوز کو بھی مقدور بھر خدمت کی توفیق ملی۔ آر کیٹیکچر کے میدان میں مکرم ڈاکٹر محمود حسین صاحب کو مسجد اقصیٰ ربوہ میں سینئر آرکیٹکٹ اور مکرم عبد الرشید صاحب کو انہیں assist کرنے کا موقع ملا اور پھر independently دفتر فضل عمر فاؤنڈیشن، خلافت لائبریری اور کئی پراجیکٹس پر خدمت کا موقع ملا۔

اسی طرح ہمیں IAAAE کے 1980ء میں قیام کے بعد جلسہ سالانہ ربوہ اور پھر یوکے پر رواں ترجمانی کے نظام میں خدمت کی توفیق ملتی رہی ہے۔

اس سلسلہ میں 2 اگست 2019ء کے الحکم لندن میں ایک تفصیلی مضمون درج ذیل عنوان پر شائع ہو چکا ہے

The Pentecost at Jalsa Salana – A brief history of simultaneous translations.

اس کے pioneer members میں سے انجینئر مکرم منیر احمد فرخ صاحب کے علاوہ باقی تین ممبرز میں ہم کلاس فیلوز بالترتیب مکرم ایوب احمد ظہیر صاحب، خاکسار محمود مجیب اصغر اور مکرم ملک لال خان صاحب کے نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری ان حقیر خدمات کو اپنے فضل سے قبول فرمائے اور نسلاً بعد نسلٍ خلافت کے سائے میں رہ کر خدمت کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے اور انجام بخیر کرے۔ آمین۔

کوثر ضیاء

احمدیت نے آپ کے خاندان کو کیا دیا

سوال تو یہ بنتا ہے کہ احمدیت نے میرے خاندان کو کیا نہیں دیا؟

عزت دی، شوبھادی، وقار دیا، اعتماد دیا، خدا کے ساتھ لافانی تعلق اور خلافت کی محبت عطا کی، ہماری نسلوں کو سنبھال لیا۔ (ہماری اکلوتی اولاد محض خدا کے خاص فضل سے واقف زندگی ہے) خود جب سے شعور آیا مسلسل آج تک خدمت دین کی توفیق خدا کے خاص فضلوں کے ساتھ مل رہی ہے۔ (الحَمْدُللّٰہ علیٰ ذالک)

احمدیت نے ہمیں وفا کا سلیقہ سکھایا، کانٹوں بھری جذبوں کی رہگزر پر چلنا سکھایا، مان دیا، تران دیا، ایقان نصیب کیا، کسی بھی موقع پر کسی بھی مشکل گھڑی میں اپنے آپ کو اس یقین سے کھڑا پایا کہ ہم اکیلے نہیں۔ خدا اپنے فرشتوں کی فوج کے ساتھ ہمارے چاروں اطراف موجود ہے۔

اور یہ مان تران، کسی کو ذات برادری کا اونچا اسٹیٹس نہیں دے سکتا۔ احمدیت کے ساتھ پختہ تعلق نے کردار، شخصیت اور تربیت میں جو مضبوطی پیدا کی اس کا تو شکر بھی ادا نہیں کیا جا سکتا۔ میں یقین رکھتی ہوں کہ ہر احمدی کے پاس اس موضوع پر لکھنے کے لئے اتنا کچھ ہے کہ جو بے حساب ہے۔

تحدیث نعمت کے طور ایک واقعہ تحریر کر رہی ہوں۔

خاکسار ایک وفاقی تعلیمی ادارے کی سربراہ تھی۔ 2005ء میں اس ادارے کو انٹرنیشنل روٹری کلب اسلام آباد نے ایڈاپٹ کر لیا۔ کچھ ترقیاتی کام کروانے تھے۔ روٹری کلب کی ان دنوں پریزیڈنٹ ایک سینیئر آرمی آفیسر کی بیٹی تھیں۔ یہ ینگ لیڈی تھیں اور پی ایچ ڈی کر رہی تھیں۔ بڑے بڑے ملکوں کے ریٹائرڈ سفیر اور آرمی آفیسرز، بیوروکریٹس اس کے باقاعدہ ممبر تھے۔

اس وقت کے سینیٹر اعظم سواتی، 2005ء کی قومی اسمبلی کے رکن ڈاکٹر طارق فضل چوہدری، نزہت عامر اور دیگر ارباب اختیار میرے سکول آتے۔ ہفتہ وار میٹنگز ہوتیں اور بڑے بڑے پروگرام ارینج ہوتے۔ بہرحال ان دنوں خوب کام کرنے کی توفیق ملی۔ ہر مہینے ایک میٹنگ میریٹ ہوٹل اسلام آباد میں ہوتی۔ خاکسار اپنے سکول میں بھی اور ہوٹل پریس کلب وغیرہ کے پروگراموں میں بھی جماعت میں رائج روایتی پردے کے ساتھ شامل ہوتی۔

اسی دوران فنڈ ریزنگ کے لیے ایک خاص بڑا ڈنر رکھا گیا۔ رات کو 11 بجے ایک میوزیکل پروگرام بھی تھا۔ خاکسار نے موسیقی کا پروگرام تو اٹینڈ نہیں کرنا تھا۔ 8بجے رات کو پروگرام شروع ہونا تھا۔ میں 7:30 پر ہوٹل پہنچی تو ہال کے انٹرنس پر محترمہ پریزیڈنٹ صاحبہ نے استقبال کیا جو کہ انتہائی بیہودہ اور ناقابل ذکر لباس میں کھڑی تھیں۔ مجھے برقع میں آتا دیکھ کر انتہائی ناگواری سے بولیں ’’اوہ مائی گاڈ! میڈم آپ کس حلیے میں آ گئی ہیں؟

اس وقت میرے ذہن میں کسی شاعر کا یہ شعر آیا:

تم جسم کے خوش رنگ لباسوں پہ ہو نازاں
میں روح کو محتاج کفن دیکھ رہا ہوں

تھوڑی دیر بعد میرے پاس ایریا ایجوکیشن آفیسر بھی تشریف لے آئے۔ میں نے ان کے ساتھ بڑے دکھ سے میڈم کے ریمارکس کا ذکر کیا۔ انہیں بھی بہت افسوس ہوا۔ کہنے لگے کہ میڈم! ہم تعفن شدہ اور کھلے معاشرے میں سانس لے رہے ہیں۔ پریزیڈنٹ صاحبہ کے ہاں تو دوپٹے کا تصور بھی نہیں ہے جہاں قمیض بھی کندھے سے نیچے سے شروع ہو رہی ہو۔ میں تو خود شرمندہ ہو رہا ہوں کہ ان کا حلیہ تو اسلامی معاشرے کے لیے کسی بھی طور پر قابل قبول نہیں ہے۔

بہرحال اس کے بعد سٹیج پروگرام تھا۔ مجھے اپنے ادارے کے بارے میں 5سے6منٹ بولنا تھا۔ میں واحد تھی جو فی البدیہہ بڑے اعتماد کے ساتھ بولی۔ میریٹ ہوٹل کا مین ہال فل تھا خوب تالیاں بجیں۔ (اعتماد سے بات کرنے اور زبانی بولنے کی تربیت بھی تو جماعت سے ہی حاصل کی ہے۔ الحمدللہ)

پس یہ احمدیت ہی کی برکت ہے کہ میرے پردے نے کہیں بھی میرے اعتماد اور وقار میں کمی نہیں آنے دی۔

میچ فکسنگ کیا ہے؟

اگر ایک ٹیم کے بیشتر ارکان کھیل سے قبل ہی جواریوں کے ساتھ گفت وشنید کے باعث کسی نتیجے پر پہنچ جائیں تو یہ عمل میچ فکسنگ کہلاتا ہے۔ ایک میچ فکس کرنے کے لئے جوئے بازوں کو بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اور کوئی ارب پتی جرائم پیشہ گروہ ہی یہ کام کرسکتا ہے۔ عام طور پر کرکٹ میں کسی ٹیم کے بیشتر ارکان ہارنے پر ہی میچ فکسنگ کرتے ہیں۔ یوں وہ ایک دن میں لاکھوں روپے کما لیتے ہیں۔ مگر یہ کھیل کے قوانین کی واضح خلاف ورزی ،اپنے ضمیر وایمان کا سودا اور وطن و قوم سے کھلی غداری ہے۔

میچ فکس کرنا اسپاٹ فکسنگ کے مقابلے میں مشکل ہے۔ کیوں کہ کرکٹ میں ایک ٹیسٹ یا ون ڈے اسی وقت فکس ہوتا ہے جب ٹیم کے بیشتر کھلاڑی جوا کھیلنے پر رضامند ہوں بلکہ انتظامیہ کے اعلی افسروں کو بھی حصے دار بنانا پڑتا ہے۔ گویا جوئے باز گروپ کی اچھی خاصی رقم خرچ ہوتی ہے۔ اس کے باوجود کرکٹ ہی نہیں کئی کھیلوں میں میچ فکسنگ کے واقعات ملتے ہیں۔ وجہ یہی ہے کے بدلے میں جوئے باز گروپ کہیں زیادہ منافع حاصل کرتا ہے ۔

لیکن میچ فکسنگ کا یہ مطلب نہیں کے دانستہ ہارا جائے۔ میچ ڈرا کرنے کی خاطر بھی یہ عمل اپنایا جا سکتا ہے یا پھر دو ٹیموں کا مشترکہ مفاد وابستہ ہو، تو وہ بھی اس غیر قانونی عمل میں ملوث ہوسکتی ہیں۔

عالمی کھیلوں میں جوا

کھیل اور پیسہ جب بھی مل جائیں تو جوا کھلانے والے قانونی ادارے ہوں یا غیر قانونی بکی، وہ مختلف طریقوں سے میچ پر نظرانداز ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے کھیلوں میں جوئے بازی کا اولین تذکرہ یونانی اولمپکس میں ملتا ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کے اولمپکس میں بعض کھلاڑی رشوت لے کر ہار جاتے تھے۔ نیز یونانی شہری ریاستیں مختلف ٹیموں کو رقم کے بل پر خریدنے کی کوشش کرتی تھیں تا کہ خود فخرمند ہوسکیں۔ یہ منفی سرگرمیاں یونانی اولمپکس کے اختتام تک جاری رہیں حالانکہ ہر کھلاڑی یہ قسم کھاتا کہ وہ ایماندار رہے گا اور اولمپکس کے قوانین کی پاسداری کرے گا۔

زمانہ قدیم میں امراء ہی کھیلوں پر جوا کھیلتے اور شرطیں لگاتے تھے۔ جب صنعتی دور شروع ہوا اور متوسط طبقے نے جنم لیا تو عام لوگ بھی جوا کھیلنے لگے۔ یوں خصوصاً اسپاٹ فکسنگ کی قسم ’’ترقی‘‘ کرنے لگی۔ انیسویں صدی کے اختتام تک تقریباً تمام ممالک میں کھیل پر جوا کھیلنا ممنوع تھا لیکن ہر ملک میں غیر قانونی بکی موجود تھے۔ امریکا میں مکے بازی کا کھیل خصوصاً جوئے سے لتھڑا پڑا تھا۔ وجہ یہی ہے کے باکسنگ انفرادی کھیل ہے اور اس میں ایک کھلاڑی کو خریدنا مشکل نہیں۔ امریکی باکسنگ کی تاریخ میں اسی لئے میچ اور اسپاٹ فکسنگ کے کئی واقعات ملتے ہیں۔

دنیا میں میچ فکسنگ کا سب سے بڑا واقعہ بلیک سوکس بیس بال سکینڈل ہے جو 1919ء میں امریکہ میں پیش آیا۔ ہوا یہ کہ اس سال امریکن لیگ کی چیمپیئن ٹیم شگاگو وائٹ سوکس اور نیشنل لیگ کی چیمپیئن ٹیم، کنکنٹی ایڈز کے مابین نو مقابلوں کی سیریز کھیلی گئی۔ سیریز کا مقصد کھیل کی مقبولیت بڑھانا اور مزید منافع کمانا تھا۔ مگر وائٹ سوکس کے آٹھ کھلاڑیوں نے جوئے بازوں کے ساتھ مل کر میچ کیا پوری سیریز ہی فکس کرلی۔ نتیجہ ٹیم نے پانچ مقابلے ہار کر مخالفین کو جتوادیا جوئے بازوں نے ان کھلاڑیوں کو کُل ایک لاکھ ڈالر دئے جو سو سال پہلے بہت بڑی رقم تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ کرکٹ ہی نہیں ، فٹ بال، ٹینس ،باکسنگ ، گھڑ دوڑ ، کار دوڑ وغیرہ کے کھیلوں میں میچ یا اسپاٹ فکسنگ کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہے اور اکثر اس ضمن میں سکینڈل آتے رہتے ہیں۔ دنیائے فٹ بال میں میچ فکسنگ کا سب سے بڑا اسکینڈل 2006ء میں اٹلی میں سامنے آیا۔ ہوا یہ کہ اطالوی پولیس نے اپنے فٹ بال کلبوں جووینتیس ،میلان ،فلورینٹینا اور لارڈ کے منیجروں کی ٹیلی فونی گفتگو ریکارڈ کی ۔ وہ ریفری بھجوانے والے اداروں پر زور دے رہے تھے کے اطالوی فٹ بال لیگ، سیری اے کے مقابلے کھلوانے کی خاطر ان کے من پسند ریفری بھجوائے جائیں۔ اب پولیس نے مزید چھان بین کی تو انکشاف ہوا کہ یہ منیجر اپنے واقف کار ریفریوں کی مدد سے میچ فکس کرانا چاہتے تھے۔

ٹینس بھی انفرادی مقابلوں کا کھیل ہے لہذا جوئے باز اب اس کی طرف بھی متوجہ ہیں گو ابھرتے ٹینس کھلاڑی اسپاٹ یا میچ فکسنگ کر کے اپنا کیریئر داؤ پر نہیں لگاتے مگر بعض کو رقم کی چمک اندھا کر دیتی ہے۔ اسی لیے 2009ء میں برطانوی اخبارات نے یہ رپورٹ شائع کی کہ 2005ء سے ومبلڈن کے ’’آٹھ مقابلے‘‘ فکس ہوئے ہیں۔ انہی دنوں برطانوی ٹینس چیمپئن اینڈی امرے کا یہ بیان سامنے آیا ’’ہر کوئی جانتا ہے کہ ٹیکس میں میچ فکسنگ ہوتی ہے‘‘ ماہرین کا کہنا ہے کے اگر کوئی لالچی ٹینس کھلاڑی دوسرے یا تیسرے راؤنڈ میں پہنچ جائے تو وہ ستر اسی ہزار پاؤنڈ پا کر میچ فکسنگ کرسکتا ہے ۔ وجہ یہ ہے کے ان مرحلوں میں انعامی رقم 30 ہزار پاؤنڈ سے بھی کم ہوتی ہے۔

(سنڈے ایکسپریس 19 ستمبر 2010ء)

بھارت جدت پسند بکیوں کا گڑھ

کرکٹ کے کروڑوں دیوانوں کا ملک ہونے کے باعث بھارت میں اس کھیل پر ہر سال اربوں روپے کا جوا ہوتا ہے۔ بھارتی کرکٹ میں تو جوئے بازوں کا کاروبار اتنا منظم ہے کہ اس میں کھلاڑی سے لے کر انڈین کرکٹ بورڈ کے اعلیٰ افسر تک شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وسیع جوابازی کے باوجود بھارت میں کوئی سکینڈل سامنے نہیں آتا کیوں کہ سب ایک دوسرے کا جرم چھپانے اور پردہ پوشی کی سعی کرتے ہیں۔

بھارت میں قانوناً صرف گھڑ دوڑ پر شرط لگائی جاسکتی ہے۔ اسی لیے کرکٹ کی جوئے بازی زیر زمین ہوتی ہے اور وہاں جرائم پیشہ گروہ اس کاروبار میں منسلک ہیں۔ 1984ء کے بعد جب شارجہ میں کرکٹ مقابلوں کا دور شروع ہوا تو بھارتی بکیوں نے سب سے پہلے وہاں اسپاٹ فکسنگ کی لت متعارف کرائی۔ اس سے قبل بھارتی بکی بھارت آنے والی ہر غیر ملکی ٹیم کے کھلاڑیوں کو جوا کھیلنے کی دعوت دیتے تھے۔ کئی غیر ملکی کھلاڑیوں کے بیان اسی امر کے گواہ ہیں۔

بعد ازاں بکیوں نے جب دیکھا کہ کھلاڑی خرید کر وہ نتائج پر حسب دلخواہ اثر انداز ہو سکتے ہیں، تو کھلاڑیوں کو پیسے کی چمک دکھانے لگے۔ جو ہاتھ آتا، وہ اس پر زرِ کثیر خرچ کرتے لیکن بدلے میں انہیں دگنا منافع ہوجاتا۔ اسی پرکشش منافع کے باعث نہ صرف بھارتی بکیوں کا کاروبار پھیل گیا بلکہ انہوں نے بیرون ممالک مثلاً دبئی، لندن، جوہانسبرگ وغیرہ میں دفاتر قائم کر لئے۔ نیز کراچی اور لاہور میں جرائم پیشہ افراد کے تعاون سے اپنا دھندا شروع کر دیا۔

کرکٹ میں جوئے بازی سے متعلق پہلی موت بھی بھارت میں سامنے آئی۔ 1991ء میں ایک جوا باز ، جیتو بھائی جب شرط لگانے والوں کو رقم ادا نہ کرسکا تو اس نے خودکشی کرلی 1 992ء میں آسٹریلوی کرکٹر ڈینز جونز نے شکایت کی کہ ایک بھارتی بکی نے اسے 50 ہزار ڈالر دینے کی پیشکش کی ہے تا کہ وہ سری لنکنوں سے میچ کے دوران فکسنگ کر سکے ۔ 1996ء میں سابق بھارتی کوچ سنیل دیو نے انکشاف کیا کہ بعض بھارتی کھلاڑی میچ /اسپاٹ فکسنگ میں ملوث ہیں۔ پھر جلد ہی کپل دیو، اظہرالدین، سچن ٹنڈولکر جیسے کھلاڑیوں کے نام سامنے آگئے۔

بھارت میں جوئے بازوں کے پنپنے کا راز یہ ہے کہ قانون ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کوئی بکی گرفتار ہو جائے تو آسانی سے ضمانت کرا کر چھوٹ جاتا ہے۔ پھر اوّل تو وہ گرفتار ہی نہیں ہوتا، محض چند سو روپے کی رشوت لے کر پولیس اسے چھوڑ دیتی ہے۔ مزید برآں بڑے بکیوں کے سیاستدانوں اور اعلیٰ سرکاری افسروں سے تعلقات ہوتے ہیں، لہذا پولیس کو ہمت نہیں ہوتی کہ ان پر ہاتھ ڈالے۔

بھارتی بکیوں کی طاقت کا اندازہ یوں لگایئے کہ وہ آئی پی ایل کے فرنچائز مالکوں تک بھی رسائی رکھتے ہیں۔ اب بالفرض بکیوں کا ایک گروہ کسی فرنچائز کے مالک کو منہ مانگی رقم دے کر کہہ سکتا ہے کہ اپنی ٹیم سے کہو، فلاں میچ ہار جائے۔ ٹیم کے کھلاڑی اپنے باس کی بات بے چوں وچرا مان لیں گے کیوں کہ انہیں علم ہے کہ ان کو بھاری بھرکم میچ فیس مل ہی جائے گی۔ چونکہ وہ اس ٹیم سے صرف اس لیے وابستہ ہوتے ہیں کے خوب پیسہ کما سکیں لہذا وہ ایمانداری یا کلب سے اخلاص کا زیادہ مظاہرہ نہیں کرتے۔

(سنڈے میگزین 19 ستمبر 2010ء)

اسپاٹ فکسنگ

جب برطانیہ میں کرکٹ پھل پھول رہی تھی، تو یہ ڈیوک، لارڈ وغیرہ ہیں جو ایک ایک بال اور رن پر شرط لگانے لگے۔ حتیٰ کہ اس امر پر بھی شرط لگ جاتی کہ ٹاس کا سکہ کون کپتان پھینکے گا۔ چونکہ کرکٹ میں ہر لحہ نیا واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے ۔ لہذا جوئے بازوں کو اپنا شوق یا اپنی ہوس پوری کرنے کے کثیر مواقع میسر آ گئے حقیقتاً آئی سی سی کے اینٹی کرپشن یونٹ کا سابق سربراہ پال کنڈون ’’اعتراف کر چکا ہے کرکٹ دنیا کا وہ کھیل ہے جس میں سب سے زیادہ جواء کھیلا جاتا ہے ۔ اور فکسنگ اس کی ہر سطح

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

پر موجود ہے'' اسی لئے برطانوی کاؤنٹی کرکٹ میں اسپاٹ فکسنگ عام ہے مگر اسے درپردہ رکھا جاتا ہے۔

اسپاٹ فکسنگ یوں مقبول ہوئی کہ اسے انجام دینا میچ فکسنگ کی نسبت آسان ہے۔ میچ فکس کرانے کے لئے کم از کم آدھے کھلاڑیوں کا ہاتھ میں ہونا ضروری ہے۔ جبکہ اسپاٹ فکسنگ میں ایک مشہور کھلاڑی خریدنے سے کام چل جاتا ہے۔ اسی لیے میچ فکسنگ اب دم توڑ رہی ہے۔ جبکہ اسپاٹ فکسنگ کھیلوں کے لیے نیا خطرہ بن چکی۔ میچ فکسنگ میں بکیوں کو یہ خطرہ رہتا ہے کہ کسی کھلاڑی نے راز اگل دیئے یا تعاون نہ کیا تو سارا پلان چوپٹ ہو سکتا ہے۔ اسپاٹ فکسنگ سے ایسا کوئی خطرہ وابستہ نہیں کے بلکہ ایک بار یہ جواء کرنے والا کھلاڑی مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ من وعن بکیوں کی خواہشات پر عمل کرے۔ وہ پھر جب چاہیں اس سے میچ میں اچھا یا برا کھیل دکھانے کی فرمائش کر سکتے ہیں۔

پیسہ بولتا ہے

لالچ ہوس اور لوبھ کا دوسرا نام میچ یا اسپاٹ فکسنگ ہے۔ یہ عمل اپنانے والا کوئی بھی کھلاڑی صرف اپنے ضمیر و ایمان کا سودا ہی نہیں کرتا بلکہ وہ ملک و قوم کی عزت بھی خاک میں ملا دیتا ہے۔ لیکن صرف کھلاڑی کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا خصوصاً جب وہ دنیا کرکٹ نوآموز ناتجربے کار اور معصوم ہو۔ اس پیسے اور اس کی چیلی کرپشن میں تو کیپٹل ازم، کیمونزم، سوشل ازم اور نجانے کیسے کیسے ازموں کو چاروں شانے چت کر دیا، ایک بیچارا کھلاڑی کیا شے ہے۔ مزید برآں یہ حقیقت ہے کہ بیشتر کھلاڑی بکیوں کی چرب زبانی یا پھر دھمکیوں کے باعث ان کے جال میں پھنستے ہیں یہ بکی معصوم کھلاڑیوں کو قیمتی تحفے دیتے، خریداری کراتے اور مہنگے ہوٹلوں میں لے جاتے ہیں۔ یوں ان میں تمناؤں کا بے حساب سمندر پیدا کر کے پھر فطری بشری کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کھلاڑی ان ''مہربانیوں'' تلے دب کر خود کو بے بس پاتا اور مجبور ہو جاتا ہے کہ ان کے لئے ''کچھ کرے'' غرض انسانی نفسیات کے نباض یہ شاطر بکی بڑی گہری چالیں چل کر کھلاڑیوں کو گھیرتے ہیں۔ ذرا سوچ کر بتایئے، جو کھلاڑی سال میں پچاس ہزار ڈالر کماتا ہے، اگر اسے صرف ایک وائڈ یا نو بال کرانے پر اتنی ہی رقم مل رہی ہو، تو کیا وہ حاصل کر لے گا؟ جبکہ میچ کے مجموعی نتیجے پر بھی اس بال سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

(سنڈے ایکسپریس 19 ستمبر 2010ء)

رپورٹ: واصف شہزاد مربی سلسلہ

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است

خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو الہاماً فرمایا تھا کہ ''یَااَحمَدُ فَاضَتِ الرَّحمَۃُ عَلٰی شَفَتَیكَ'' اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی ہے۔

(تذکرہ صفحہ 74-73 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

پس اس رحمت نے جہاں روحانی بیماروں کے لیے آپؑ کے دل میں درد پیدا کیا ہوا تھا وہاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی جسمانی اور مادی ضرورتوں کے لئے بھی آپؑ دعا اور تدبیر کے لئے ہر وقت اور ہر لحہ تیار رہتے تھے۔

اپنے آقا کی پیروی میں جماعت احمدیت مالی جہاں اسلام احمدیت کا حقیقی پیغام ملک کے طول وعرض میں پہنچانے کے لئے مصروفِ عمل ہے وہاں اپنی بساط کے مطابق دکھی انسانیت کی خدمت میں بھی کوشاں ہے۔ خدمتِ خلق کا ایک ذریعہ خون کا عطیہ دینا ہے جس سے زندگیوں کو موت کے منہ میں جانے سے بچایا جاتا ہے۔

ماہ ستمبر 2020ء جبکہ مالی میں ٹائیفائیڈ اور ملیریا کی شدید وباء پھیلی ہوئی تھی، خدام الاحمدیہ مالی نے مؤرخہ 12 ستمبر کو ریجن باماکو اور 20 ستمبر کو ریجن سکاسو میں خون کے عطیات کا پروگرام منعقد کیا۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے خون کے عطیات اکٹھا کرنے کے پروگرام بہت کامیاب رہے۔ جس میں شہر کے جنرل ہسپتال کی طرف سے ایک ٹیم احمدیہ مشن ہاؤس تشریف لائی اور خون کے عطیات لیے، کُل 82افراد کو خون عطیہ کرنے کی توفیق ملی جس میں 6 غیر از جماعت بھائی بھی شامل ہیں۔ الحمد علی ذالک

طلوع وغروب آفتاب

30جنوری2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:40	18:09
مدینہ منورہ	05:44	18:06
قادیان	05:59	18:01
ربوہ	05:39	17:41
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:14	16:50